اسلام کی عالمگیر خصوصیات

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ

تبلیغ کی ضرورت:...... دنیا کے تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر انسان کا اخلاقی اور انسانی فرض ہے کہ اگر کسی دوسرے انسان کو کسی سخت نقصان سے دوچار ہوتا ہوا دیکھے تو اس کی مدد کرے اور حتی الوسع اس کی دستگیری کرتا ہوا مصائب و آفات کے پنجہ سے نجات دلوائے، اسی بنا پر گڑھے اور کنوؤں میں گرنے والوں، درندوں اور زہریلے جانوروں کے شکار ہونے والوں، ظالم اور خونخوار حیوانوں کے پنجوں میں پھنسنے والوں، فاقہ اور افلاس و امراض میں مبتلا ہونے والوں وغیرہ وغیرہ کی مدد ہر قوم اور ہر مذاہب میں ضروری خیال کی جاتی ہے، جب دنیاوی چندروزہ مصائب اور فنا ہونے والے جسم کو تکالیف سے بچانا انسانی فریضہ شمار کیا جاتا ہے تو اخروی دائمی مصائب اور ہمیشہ باقی رہنے والی روح کی تکالیف سے بچانا کیا اس سے بدرجہا اہم فریضہ نہیں شمار کیا جائے گا۔ اس لئے ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کی اخروی زندگی اور روحانی امراض سے شفایابی کی طرف پوری توجہ کرے۔

دوسری وجہ:...... جبکہ حسب تعلیمات اسلامیہ تمام افرادِ انسانی ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں کی اولاد ہیں، یہی وجہ ہے کہ مقتضیات طبعیہ اور صورت و سیرت میں سب ایک دوسرے سے مشابہ ہیں، اس لئے جس طرح اپنے حقیقی بھائی کے ہم پر حقوق ہیں اور انہیں کی بنا پر ہمارا طبعی اور عقلی فریضہ ہے کہ ہم اپنے بھائی کی ہر طرح ہمدردی اور مدد کریں، اسی طرح ہمارا طبعی اور عقلی فرض ہوگا کہ اپنے ہر انسانی بھائی کی ہمدردی کریں اور اس کو آخرت کے عذاب سے نجات دلانے کی، اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی خوشنودی تک پہنچانے کی نعم ابدی اور روحانی زندگی کے حاصل کرانے کی ہر ممکن کارروائی سے دریغ نہ کریں۔

تیسری وجہ:...... اگر ہر ڈاکٹر، ہر حکیم، ہر ویدک کا فرض ہے کہ کسی مبتلائے امراض جسمانی کو دیکھ کر اس کا علاج کرے تو ہر حکیم روحانی کا فرض ہوگا کہ روحانی مریضوں کے علاج معالجہ میں کوتاہی نہ کریں، مگر جس طرح جسمانی امراض کے مراتب کی حیثیت سے جسمانی ڈاکٹروں اور حکیموں وغیرہ کے فرائض میں فرق مراتب ہوتا ہے اسی طرح روحانی امراض

کے مراتب کی حیثیت سے روحانی حکیموں کے فرائض میں فرق ہوگا جو روحانی امراض روحانی زندگی کو فنا کرنے میں ویسا ہی مرتبہ رکھتے ہیں جو کہ طاعون، ہیضہ، سل وغیرہ، جسمانی امراض جسمانی زندگی کے فنا کرنے میں رکھتے ہیں ان کے دفع کرنے میں اپنا فریضہ نہایت شدید ہو جائے گا، اسی وجہ سے اسلام جو کہ حقیقت میں کامل اور مکمل مذہب ہے اس اعلیٰ درجہ کی عام ہمدردی کا بہت موید ہے۔ فرمایا جاتا ہے: ﴿ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر و اولئك هم المفلحون﴾ یعنی "چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتی رہے اور عمدہ باتوں کا لوگوں کو حکم کریں اور ناپسندیدہ باتوں سے منع کریں اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں"۔

﴿كنتم خير امة أُخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله﴾ ...... تم لوگ امت محمدیہ میں بہترین ہو جو لوگوں میں نکالے گئے ہو کیونکہ تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس قسم کے احکام قرآن شریف میں متعدد مقامات میں ذکر فرمائے گئے ہیں، احادیث میں بھی اس پر نہایت پُر زور الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہیں فرماتے ہیں: " لا يؤمن أحدكم حتىٰ يحب لأخيه مايحب لنفسه" ...... تم میں سے کوئی مومن (کامل) نہیں ہوگا جب تک اپنے بھائی کے لئے ویسی چیز دوست نہ رکھے جیسی اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

کہیں علامات ایمان بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ " آدمیوں سے صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے دوستی رکھے۔" یعنی یہ کہ وہ خدا کی مخلوق ہیں اور اس کے پیارے۔ اسی عام ہمدردی کی بناء پر فرمایا جاتا ہے: "خير الناس من ينفع الناس" ...... لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو سب لوگوں کو نفع پہنچائے۔

حسب ارشاد سابق جبکہ خیریت کا مدار لوگوں کو نفع پہنچانے پر ہوا تو جس قدر نفع عظیم الشان ہوگا خیریت بھی ویسی ہی عظیم الشان ہوگی۔ پس عذاب آخرت سے نجات دلانا، روحانی ابدی زندگانی حاصل کرانا، امراض روحانی کا دور کر دینا وغیرہ وغیرہ، چونکہ نہایت اعلیٰ درجہ کے منافع ہیں جن کے برابر کوئی شخصی یا قومی مادی نفع نہیں ہوسکتا، اس لئے جو شخص ایسے منافع کا متکفل ہوگا، وہ سب ہی سے اعلیٰ اور افضل ہوگا، یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام افراد انسانی میں اعلیٰ اور اکمل ہوتے ہیں، ان کی نظر ہمیشہ عموم پر ہوتی ہے، خصوص سے وہ بالاتر ہوا کرتے ہیں، بلکہ بسا اوقات وہ اپنی ذات اور اعزہ واقارب کو بھی طرح طرح کی تکالیف میں عام خلائق کے نفع کے لئے مبتلا کر دیتے ہیں اور پھر پرواہ تک نہیں کرتے اور جس طرح وہ عموم کے منافع کے درپے ہوا کرتے ہیں، اسی طرح وہ کم نفع دینے والی چیزوں اور بے قدر امور کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتے، ان کا نصب العین روحانی زندگی، روحانی شفاء، اخلاقی تہذیب، آخرت کی بھلائیاں، خداوند عالم کا قرب، اس کی خوشنودی، قومی ترقیات وغیرہ وغیرہ اعلیٰ درجے کے امور ہوتے ہیں، البتہ انبیاء علیہم السلام میں بھی عموم کے درجات متفاوت ہیں، کوئی نبی فقط اپنی قوم کا مصلح اور طبیب ہوتا ہے، کوئی اپنی تمام ملک کا ہمدرد اور ریفارمر ہوتا ہے اور کوئی

تمام عالم انسانی اور عام خلائق کا حکیم اور بہی خواہ بنایا جاتا ہے، جس پیغمبر میں یہ آخری درجہ عموم کا ہوگا اور جس کی نظر رافت و شفقت اس طرح عام فیض رساں ہوگی بلاشک وشبہ وہ تمام پیغمبروں میں اعلیٰ اور سب کا خاتم ہوگا، اس کے مرتبہ کو نہ کوئی پیغمبر پہنچ سکے گا اور نہ اس کے حکم سے کسی کو روگردانی کی اجازت ہوگی، وہ تمام پیغمبروں میں ایسا عہدہ رکھتا ہوگا، جیسا تمام ملازمان شاہی میں صدر اعظم کا عہدہ ہوتا ہے جو کہ تمام شاہی قلم رو پر اور تمام شعبہائے حکومت پر حکمراں ہوتا ہے، اسی لئے اس کا زمانہ بھی تمام پیغمبروں کے زمانہ سے اسی طرح آخر میں ہوگا جیسے کہ اپیل صدر اعظم کے دربار میں سب سے آخر میں ہوتی ہے اور اس کے بعد اگر کوئی مرتبہ اپیل کا ہوتا ہے تو فقط شہنشاہ کی بارگاہ میں اپیل کا ہوتا ہے۔

عموم تبلیغ میں مسلمانوں کی خصوصیت:...... خلاصہ کلام یہ ہے کہ انسانی، طبعی، عقلی، شرعی، جملہ حیثیتوں سے ضروری ہے کہ خلائق کی بہبودی کی فکر کی جائے اور پھر اس بہبودی اور ہمدردی کو سب سے زیادہ پیش نظر رکھا جائے جو کہ نہایت گراں قدر ہو اور جس قدر ان دونوں امور میں اضافہ ہوگا اسی قدر خیریت بڑھے گی اور اسی قدر پروردگار عالم کے یہاں اس کے لئے انعام اور اجر کا استحقاق ہوگا اور یہ فریضہ مسلمانوں ہی کا سب سے بڑا فریضہ ہے کیونکہ جس طرح آخری گورنر اور وائیسر ائے کا حکم ماننا ضروری سمجھا جاتا ہے، پہلے گورنروں اور قدیم وائیسر ایوں کا حکم آخری گورنر اور آخری وائسیر ائے کے زمانہ میں منسوخ ہو جاتا ہے اور اس آخری گورنر اور وائیسر ائے کے حکم سے سرتابی کرنے والا امپائر (شہنشاہیت) کا باغی شمار کیا جاتا ہے اگرچہ وہ گزشتہ گورنروں کی تابعداری کا دم بھرتا ہو اس طرح نبی آخر الزماں کے آنے کے بعد پہلے پیغمبروں کے تمام احکام منسوخ ہوں گے، اس کے حکم سے سرتابی کرنے والا خداوندی باغی اور مجرم قرار دیا جائے گا، اگرچہ وہ دعویٰ کرتا ہو کہ میں پرانے پیغمبر کا تابعدار ہوں، لہٰذا مسلمان چونکہ اس پیغمبر آخر الزماں کے تابعدار ہیں، اس لئے حقیقی اصلاح اور واقعی شفاء فقط ان کے پاس ہے، ان کا فریضہ تمام اقوام سے بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے کہ وہ اقوام عالم اور تمام بنی نوع انسانی کی اصلاح اور شفاء میں سب سے زیادہ اسی طرح کوشش کریں جس طرح اس ڈاکٹر اور حکیم کا سب حکیموں سے قوی فریضہ ہوتا ہے جو کہ یقینی طور پر جانتا ہے کہ اس زمانہ میں موجودہ امراض میں صرف میری ہی دوا نفع دینے والی ہے، دوسرے ڈاکٹروں اور حکیموں کی دوائیں ان امراض کے لئے شفا نہیں۔

مسلمانوں کے مستحق تبلیغ ہونے کی دوسری وجہ:...... علاوہ ازیں چونکہ مسلمانوں کے پیغمبر تمام روئے زمین کے بسنے والے اور عام اقوام کے لئے ریفارمر اور مصلح بنائے گئے ہیں جیسا کہ فرمایا جاتا ہے: ﴿وما ارسلناك الا كافة للناس بشيراً و نذيراً﴾...... ہم نے تم کو صرف تمام آدمیوں کے لئے خوشخبری دینے والا عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں: ﴿تبارك الذی نزل الفرقان علیٰ عبده ليكون للعالمين نذيراً﴾ ...... نہایت برکت والی ہے وہ ذات جس نے فرقان حمید کو اپنے خاص بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس لئے اتارا کہ تمام عالموں کے لئے (خدا کی پکڑ اور ناراضی سے) ڈرانے والے ہو جائیں۔ اس لئے مسلمانوں کا فریضہ اصلی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی نمائندگی اور قائم مقامی کر کے تمام اقوام عالم کو آنحضرت علیہ السلام کے دین اور شریعت سے آگاہ کریں اور ان کے سامنے حقانیت اسلام کے آفتاب کو روشن کردیں، ان کو صحیح راستہ کی طرف بلائیں اور حقیقی شفاء اور دوا پر مطلع کریں۔

غیر مسلموں کو حق تبلیغ نہیں:...... مگر دوسروں کو جن کے پیغمبر ایسے نہیں بوجوہ مذکورہ بالا یہ حق نہیں پہنچتا، اس لئے مسلمانوں کے آقائے نامدار علیہ السلام نے ارشاد فرمادیا: "لیبلغ الشاھد منکم الغائب"...... جو لوگ میری مجلس میں موجود ہیں وہ غائبین کو میری تعلیمات پہنچادیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں: "بلغوا عنی ولو آیة"...... میری طرف سے لوگوں کو احکام اور شریعت پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

تیسری جگہ فرماتے ہیں: "یاعلي، لأن یهدی الله بك رجلًا خیر من تکون لك الدنیا وما فیها"...... اے علی (رضی اللہ عنہ) اگر تمہارے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایک مرد کو بھی ہدایت عطا کردے تو وہ تمہارے لئے تمام دنیا اور اس کے خزانوں وغیرہ سے بہتر ہے۔

قرآن شریف میں فرماتے ہیں: ......﴿هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون﴾...... اللہ تعالیٰ وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے پیغمبر کو سچا دین اور ہدایت دے کر اس لئے بھیجا کہ وہ تمام دینوں کو اس پر غالب کردے اگرچہ کافر اس کو پسند نہ کریں۔

یہی وہ فرائض تھے جنہوں نے مسلمانوں کو بے چین کردیا تھا اور جس کی وجہ سے ان کو نیند اور آرام حرام ہوگیا تھا، ان کو اپنے پیارے اوطان میں ٹھہرنا اور اپنی زندگانی کی خدمتیں کرنی وبال جان ہوگئی تھیں، اسی عام خیر خواہی نے ان کو اہل وعیال، زن وفرزند، عزیز واقارب، تن من دھن سب سے جدا کردیا۔ اسی حقیقی اصلاح کے وجوب نے ان کو مجبور کردیا کہ وہ اطراف عالم میں سچی روشنی کی مشعلیں لے کر پھیل پڑیں اور کوئی قوت خواہ کتنی ہی عظیم الشان کیوں نہ ہو اگر مانع آئے تو اس سے ٹکر کھا جائیں، تبلیغ سے منع کرنے والے لوگوں کی اصلی مداواۃ اور حقیقی شفاء سے روکنے والے، خدا کی عام مخلوق کی گمراہی میں پڑے رکھنے کی کوشش کرنے والے یا تو اپنے اعمال قبیحہ سے باز آجائیں ورنہ پھر قوت کا قوت سے مقابلہ کرنا ضروری ہوگا۔

جس وقت مسلمان اپنی اس سچی روشنی کو لے کر نکلے ہیں ان کے پاس مکمل فوجیں نہ تھیں، مکمل ہتھیار نہ تھے، مکمل خزانے نہ تھے، ان کے پاس کوئی ظاہری قوت ایسی نہ تھی جو قیصر وکسریٰ اور مقوقس کا انفرادی طور پر بھی مقابلہ کرسکتی چہ جائیکہ اجتماعی طور پر کرتی، مگر چونکہ دنیا مطلوب نہ تھی، حکومت کی ہوس نہ تھی، خزانوں کا لالچ نہ تھا، اقوام عالم کی تجارت اور دستکاری کی خواہش نہ تھی، جوع الارض کی بیماری نہ تھی، اقوام عالم کو غلام بنانے کی آرزو نہ تھی، فقط حقیقی اصلاح اور خوشنودی پروردگار کی آگ ان کے سینوں میں بھڑک رہی تھی جس کے لئے تقویٰ اور زہد نے دھونی کا کام دے رکھا تھا، اس لئے جو بھی ان کے سامنے آیا خواہ پہاڑ ہی کیوں نہ تھا پاش پاش ہوگیا، اس کی ہستی مٹ گئی اور خدا کی سچی روشنی اطراف عالم میں پھیل گئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تیس ہی برس کے عرصہ میں بحر اٹلانٹک کے کنارے سے ہمالیہ کی چوٹیوں تک لا الہ الا اللہ محمد رسول

اللہ کا ڈنکا بجنے لگا،افریقہ کے صحرائے اعظم سے لے کر کاکیشا اور ارال کے دامنوں تک اسلامی جھنڈا لہرانے لگا۔

اسلام میں جبر نہیں:......اگرچہ ایک ماہر ڈاکٹر اور حاذق حکیم کا فرض یہ بھی ہے کہ اگر نادان مریض اپنے مرض پر اصرار کرے اور دوا کے استعمال سے جان چرائے یا عناداً اس کو استعمال نہ کرے، تو وہ اس کو جبراً اسی طرح دوا پلائے جس طرح ماں باپ بچے کو ہاتھ پیر پکڑ کر منہ کھول کر دوا پلا دیتے ہیں اور اس بنا پر وہ مستحق ملامت نہیں قرار دیئے جاتے، بلکہ ہر طرح قابل ستائش قرار دیئے جاتے ہیں، ملامت صرف ایسے ہی مریضوں پر عائد ہوتی ہے اور جس طرح حاذق جراح کا فرض ہے وہ دنبل میں نشتر لگا کر مادۂ فاسد نکال دے اگرچہ مریض چیختا چلاتا رہے، اسی طرح اگر اسلام جبراً لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش بناتا اور ان کی روحانی اور جسمانی، انفرادی اور اجتماعی اصلاحات اپنے قوانین ترقیہ سے کرتا تو ہرگز مستحق ملامت نہ ہوتا، مگر اس نے آزادی خیالات اور انسانی اختیارات پر پانی نہیں پھیرا اور جبر وتعدی، اکراہ اور بے اختیاری کی اجازت نہیں دی، اس نے صاف الفاظ میں اعلان کردیا:﴿وقل الحق من ربکم فمن شآء فلیؤ من ومن شآء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا﴾ (سورۂ کہف پارہ)''کہہ دے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) حق بات تمہارے پروردگار کی طرف سے (ظاہر ہو چکی ہے) اب جس کا جی چاہے، ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے ہم نے ظالموں کے واسطے عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی﴾ (سورۃ بقرہ آیت:۳)......دین میں کوئی اکراہ اور جبر نہیں، ہدایت گمراہی سے کھل گئی اور ظاہری ہوگئی، اب جو شخص بتوں کو چھوڑے گا اور اللہ پر ایمان لائے گا اس نے نہایت مضبوط ذریعہ حاصل کرلیا۔

تیسری جگہ فرماتے ہیں:﴿افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین﴾......(انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کیا تم لوگوں پر اکراہ کروگے تاکہ مومن بن جائیں۔

چوتھی جگہ فرماتے ہیں:﴿انما انت مذکر ۝ لست علیھم بمصیطر﴾......تم (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) فقط لوگوں کو صرف یاد دلانے والے اور سمجھانے والے ہو تم ان پر گماشتہ اور جبر کرنے والے نہیں ہو۔

خلاصہ یہ کہ ایمان اور اسلام کے لئے جبر واکراہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، اگرچہ یہ حکم دینا بھی قرین قیاس تھا، ہاں جو لوگ فریضۂ تبلیغ اور اصلاح حقیقی سے مانع ہوئے یا مانع ہونے کی تیاری کرنے لگے ان کے سامنے آنا اور مقابلہ کرنا ناگزیر تھا، یہی وجہ ہے کہ جن خطوط کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہان عجم کے پاس بھیجا اور ان کو اسلام کی طرف بلایا تھا کسی میں تلوار اور لڑائی کی دھمکی نہیں دی گئی اور یہی وجہ تھی کہ جزیہ کی مشروعیت غیر مسلموں کے لئے قرار دی گئی، اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلتا جیسا کہ پادری یا آریہ اپنے پروپیگنڈوں میں اسلام سے نفرت پھیلانے کے لئے کہہ رہے ہیں، تو آج صنعا اور یمن میں ہزاروں کی مقدار میں یہودی نظر نہ آتے، اسی طرح عراق، شام، فلسطین، مصر وغیرہ میں لاکھوں کی مقدار میں غیر مسلم جو کہ پشتہا پشت سے وہاں بستے ہوئے چلے آتے ہیں، پائے نہ جاتے۔

خود ہندوستان کے ان مقامات پر غور کیجئے جو صدیوں مسلمانوں کی قوتوں کے جولان گاہ رہے ہیں، مگر اب بھی غیر مسلموں سے بھرے ہوئے ہیں، دہلی میں جو کہ پایہ تخت شاہان اسلام رہا ہے اور جہاں فوجی قوتوں کا ہر قسم کا مکمل مظاہرہ رہتا تھا، فیصدی سولہ مسلمان اور باقی غیر مسلم ہیں، صوبہ یوپی جو کہ تقریباً ایک ہزار برس مسلمانوں کے قبضہ میں رہا ہے، تقریباً فیصدی پندرہ مسلمان ہیں، صوبہ بہار جو کہ بختیار خلجی کے زمانہ سے ہیسٹنگز کے زمانہ تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا فیصدی دس مسلمان ہیں، اگر جبر واکراہ سے مسلمان کیا جاتا تو جب مسلمانوں کی فوجی قوتیں انتہائی عروج پر تھیں کون سی قوت ان کو بجز مسلمان بنانے سے روک سکتی تھی، ہاں عیسائیت سیاہ تاریخ اٹھا کر دیکھیے کہ اس نے یہودی مذہب کو یورپ کے ممالک سے کس طرح فنا کیا اور پھر اسپین، سسلی، مالٹہ، یونان، کریٹ، بلگیریہ وغیرہ میں مسلمانوں کے ساتھ کیا کر رہی ہے، آرین قومیں اپنے گزشتہ کارناموں پر غور کریں کہ انہوں نے ہندوستان کے اصلی باشندوں بھیل، گونڈ، کولی، چمار وغیرہ اچھوت قوموں کے ساتھ کیا معاملات کئے اور اب تک کیا رہے ہیں۔

چین میں آج سات کروڑ سے لے کر دس کروڑ تک مسلمانوں کی مردم شماری بتائی جاتی ہے وہاں کس روز مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی تھی؟ جزائر سماٹرا، جاوا وغیرہ میں پانچ کروڑ سے زیادہ مسلمانوں کی مردم شماری مذکور ہے وہاں کون سا عالمگیر یا تیمور لنگ، یا محمود غزنوی حملہ آور ہوا تھا؟ ابتدائے اسلام میں جن لوگوں نے تلوار اٹھائی تھی ان کو کس تلوار نے مسلمان کیا؟ یہ سب محض غلط تہامات ہیں جو کہ دشمنوں نے اسلام کو بدنام کرنے کے لئے اٹھائے ہیں، ہمیشہ بادشاہان اسلام اس کے خلاف احکام جاری کرتے رہے اور رواداری اور بے تعصبی کا ثبوت دینے میں انہوں نے نہایت روشن کرد پیش کیا ہے، جھوٹ اور افتراء کا تو کوئی جواب نہیں۔

ڈاکٹر بال کرشن پرنسپل راجہ رام کالج کولھاپور نے مندرجہ ذیل فارسی زبان کی ایک قدیم تحریر تلاش کر کے پائی تھی جس سے مخالفین کی ہرزہ سرائی کا پورا پتہ چلتا ہے، ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ غازی اپنے بیٹے شہزادہ نصیر الدین ہمایوں کو اپنی خفیہ وصیت میں لکھتا ہے، اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

> ''اے پسر! سلطنت ہندوستان مختلف مذاہب سے پُر ہے، الحمدللہ کہ اس نے اس کی بادشاہت تمہیں عطا فرمائی، تمہیں لازم ہے کہ تمام تعصبات مذہبی کو لوح دل سے دھوڈالو اور عدل وانصاف کرنے میں ہر مذہب وملت کے طریق کا لحاظ رکھو جس کے بغیر تم ہندوستان کے لوگوں کے دلوں پر قبضہ نہیں کر سکتے، اس ملک کی رعایا مراحم خسروانہ اور الطاف شاہانہ ہی سے مرہون ہوتی ہے، جو قوم یا ملت قوانین حکومت کی فرمانبردار رہے، اس کے مندر اور مزار برباد نہ کئے جائیں، عدل وانصاف ایسا کرو کہ رعایا بادشاہ سے خوش رہے، ظلم وستم کی نسبت احسان اور لطف سے اسلام زیادہ ترقی پاتا ہے، شیعہ وسنی کے جھگڑوں سے چشم پوشی کرو، ورنہ اسلام کمزور ہو جائے گا جس طرح انسان کے جسم میں چار عناصر مل جل کر اتحاد واتفاق سے کام کر رہے ہیں،

اسی طرح مختلف مذاہب رعایا کو ملا جلا رکھو اور ان میں اتحاد عمل پیدا کرو تا کہ جسم سلطنت مختلف امراض سے محفوظ و مامون رہے، سرگزشت تیمور کو جو اتفاق و اتحاد کا مالک تھا ہر وقت اپنی نظر کے سامنے رکھو تا کہ نظم ونسق کے معاملات میں پورا تجربہ ہو۔" (روزنامہ خلافت صفحہ ۵، صفحہ ۱۹۰، ۸ اگست ۱۹۲۶ء)

اورنگ زیب مرحوم کا مندرجہ ذیل فرمان فارسی زبان میں راجہ نرنجن سین نے ایشیاٹک سوسائٹی کے ایک جلسہ میں پیش کیا تھا جو کہ جون ۱۹۱۱ء میں ایک اردو اخبار میں شائع ہوا تھا، فرمان مذکور کا مضمون حسب ذیل ہے:

"ہماری پاک شریعت اور سچے مذہب کی رو سے یہ ناجائز ہے کہ غیر مذہب کی قدیمی مندروں کو گرایا جائے۔ ہماری اطلاع میں یہ بات لائی گئی ہے کہ بعض حاکم بنارس اور اس کے گردونواح کے ہندوؤں پر ظلم وستم کرتے ہیں اور ان کے مذہبی معاملات میں دخل دیتے ہیں اور ان برہنوں کو جن کا تعلق پرانے مندروں سے ہے ان کو ان کے حقوق سے محروم کیا جاتا ہے، لہٰذا یہ حکم دیا جاتا ہے کہ آئندہ سے کوئی شخص ہندوؤں اور برہمنوں کو کسی وجہ سے بھی تنگ نہ کرے اور نہ اس پر کسی قسم کا ظلم کرے۔" (دستخط اور مہر شہنشاہ اورنگ زیب) حمایت اسلام، خلافت نمبر ۱۹۰، صفحہ ۵، ۸ اگست ۱۹۲۶ء)

اسلام کی اشاعت اس کی حقانیت وصداقت کی ہی بدولت ہوئی:...... حقیقت یہ ہے کہ اسلام اپنی سچائی اور حقانیت اور اپنے اصولوں اور تعلیم کی خوش اسلوبی وغیرہ کمالات کی بناء پر قلوب اور دماغوں پر ہمیشہ سے مقناطیسی اثر کرتا رہا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اپنی تنگدستی اور بے سروسامانی کے اسلام کی دعوت شروع فرمائی اور تمام اہل عرب خصوصاً اہل مکہ اور قریش آپ کے سخت درپے آزار ہوگئے، ظاہری کوئی سبب ایسا نہ تھا جس سے یہ امید کی جاسکتی کہ آپ کی کوششیں بارآور ہوں گی مگر یہ اسلام کی حقانیت اور اس کی آسمانی طاقت ہی تھی، جس سے قلوب کا مسخر ہونا شروع ہوگیا اور جوق در جوق لوگ قرب وجوار اور دور دراز ملکوں سے آ آ کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے گئے، تیرہ برس اسلام مکہ معظمہ کے جو کہ (عدم تشدد) میں گزرے کئی سو آدمیوں کو اسلام کے دلدادہ بنا چکے تھے، حالانکہ اس مدت میں مخالفین اسلام نے انتہائی مظالم اسلام اور مسلمانوں پر ڈھا رکھے تھے، پھر مدینہ منورہ پہنچنے اور امن وسلامتی حاصل ہونے کے بعد تو ترقی کی کوئی انتہا ہی نہیں رہی، اہل مدینہ جنہوں نے آخری دم تک انتہائی اسلام کے پروانے بنے اور دوسروں کو بناتے رہے۔ باوجود یہ کہ ابتداء میں قریش اور ان کے حامیوں سے ان کے مظالم کی بناء پر لڑائی رہی کی مگر دور دراز کے قبائل سے خود بخود لوگ آتے اور مسلمان ہوتے جاتے تھے۔ وفد عبدالقیس کا بحرین سے آنا، ثمامہ بن اثال حنفی کا اسلام لانا، ابوموسیٰ اشعری اور ان کی جماعت کا خود بخود یمن سے کشتیوں میں سفر کرنا، ابوذر غفاری اور ان کے بھائی کا اپنے تمام کاروبار کو بخشتے ہوئے خدمت اقدس میں پہنچنا، وائل بن حجر حضرمی کندی کا حضرموت سے قصد کرنا وغیرہ وغیرہ اتنے واقعات ہیں کہ خود ان کی تفصیلات بہت زیادہ طول کی محتاج ہیں، اہل مکہ معظمہ جنہوں نے انتہائی مظالم کے پہاڑوں کا سلسلہ تقریباً بیس برس تک

برابر جاری رکھا تھا اور وہ بے دردی اور جفا کاری ظاہر کی تھی جو وہم وگمان سے باہر تھی، مگر اسلام نے ان پر فتح مندی حاصل کرنے کے بعد سب کو چھوڑ دیا، نہ قتل کیا اور نہ اسیر اور نہ اسلام کے قبول کرنے پر مجبور کیا۔ مگر یہی احسان گراں ایک ایسی فتح کرنے والی تیز تلوار کے قائم مقام تھا کہ اس نے سب کی گردنیں اسلام کی حقانیت کے سامنے جھکا دی وہ سب کے سب خود مسلمان ہوئے اور اس خوش معاملگی اور عفو وکرم کو دیکھ کر تمام عرب کے قبیلوں کو اسلام کی سچائی کا زوردار یقین ہوگیا، فوجوں کی فوجیں ۹ھ میں خود بخود حاضر ہو کر مسلمان ہوئیں اور اسی طرح اسلام روز افزوں ترقی کرتا رہا۔ تواریخ فتوح شام اور فتوح عراق اور مصر وغیرہ کے مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ کس طرح رومیوں اور مصریوں اور پارسیوں کے بڑے بڑے سردار خود بخود اسلام کے گرویدہ ہوتے رہے ہیں اور کس زور و شور سے عجمی اور رومی قوموں اور ایشیائی اور افریقی باشندوں نے اسلام کو برضا اور غبت قبول کیا ہے۔ ۱۰۰ھ کا زمانہ ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا آفتاب تمام عالم کو جگمگائے ہوئے ہے، امن وامان کا چاروں طرف اس طرح ڈنکا بج رہا ہے کہ حقیقی معنوں میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پی رہے ہیں، اس وقت میں گورنر خلافت عدی بن ارطاۃ کا عریضہ آتا ہے اور وہ لوگوں کے بکثرت اسلام میں داخل ہونے سے گھبرا کر الفاظ ذیل لکھتا ہے:

''لوگ اسلام میں بہت زیادہ داخل ہوتے جارہے ہیں، مجھ کو خوف ہے کہ آمدنی اخراج میں کمی نہ پڑ جائے۔''

خلیفۂ وقت نے جواب میں تحریر فرمایا:

''میں نے تمہارا خط سمجھا، خدا کی قسم میری تمنا تو یہ ہے کہ تمام آدمی مسلمان ہو جائیں اور یہ نوبت پیش آجائے کہ آمدنی کی قلت کی وجہ سے تم اور میں کھیتی کر کے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیے ہوئے غلے کو کھائیں۔''

اسی زمانہ میں خراسان میں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا، وہاں بھی لوگ اسلام میں بہت کثرت سے داخل ہوتے جارہے تھے اور چوں کہ حکم یہ تھا کہ جو مسلمان ہو جائیں ان سے جزیہ (انکم ٹیکس) اٹھا دیا جائے کیونکہ یہ فوجی خدمتوں کے عوض میں غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے، اس لئے گورنر خراسان (جراح) کو بعض لوگوں نے بھڑکایا کہ لوگ محض جزیہ (انکم ٹیکس) سے بچنے کے لئے مسلمان ہوتے ہیں، اسلام درحقیقت ان کے قلوب میں جاگزیں نہیں ہوا، ان لوگوں کے اسلام قبول کرنے سے خزانہ کی آمدنی بہت گھٹ گئی ہے جب تک یہ ختنہ نہ کرائیں ان کا اسلام قبول نہ کیا جائے۔

گورنر مذکور نے اس کو پسند کیا اور حکم نافذ کر دیا کہ جب تک کوئی نو مسلم ختنہ نہ کرائے گا، اس کا اسلام قبول نہ ہوگا اور پھر خلیفہ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اطلاع دی وہ بہت خفا ہوئے اور یہ لکھا کہ ''اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کو خدائے تعالیٰ کی طرف بلانے کے لئے بھیجا تھا نہ کہ ختنہ کرنے کے لئے'' اور فوراً اس حکم کو منسوخ کر دیا اور اس گورنر کو معزول کر دیا۔

۱۰۲ھ میں افریقہ کے گورنر (یزید بن ابی مسلم) نے جب دیکھا کہ عام باشندگان افریقہ اسلام میں داخل ہوتے

ہوئے دیہاتوں کو چھوڑ کر شہری آبادی میں داخل ہوتے جاتے ہیں اور جزیہ کی مقدار آمدنی کی حیثیت سے کم ہوتی جارہی ہے تو اس نے حکم جاری کر دیا کہ تمام دیہاتی نومسلم اپنے اپنے دیہاتوں کو واپس کر دیئے جائیں اور جو مقدار جزیہ کی ان پر پہلے سے تھی بحال رہے گی، اس حکم کی بنا پر لوگوں میں سخت اضطراب پیدا ہو گیا، لوگوں نے بغاوت کر کے گورنر کو قتل کر دیا اور خلیفہ وقت یزید بن عبدالملک کو مضمون ذیل کی عرضی لکھی:

''ہم نے آپ کی تابعداری سے روگردانی نہیں کی چونکہ گورنر حال نے خدا اور اسلام کے ناراض کرنے والے مظالم کو جاری کیا تھا اس لئے ہم نے اس کو قتل کر دیا اور پہلے (قدیم) گورنر معزول کو اس کی جگہ قائم مقام کر دیا ہے۔''

خلیفہ نے ان کے عمل کو اسی طرح باقی رکھا اور لکھ دیا کہ ''میں گورنر سابق و مقتول کے ان اعمال سے جو کہ خلاف خدا اور اسلام تھے، راضی نہیں ہوں۔''

۱۱۰ھ میں خراسان کے گورنر اشرس نے سینٹرل ایشیا کے حصہ ماوراء النہر و جیحوں کے شمالی حصہ میں دعوت اسلام اور تبلیغ کے لئے علامہ صالح بن طریف اور علامہ ربیع بن عمران کو مقرر کیا، انہوں نے شرط لگائی کہ نومسلموں سے انکم ٹیکس (جزیہ) نہ لیا جائے، کیونکہ یہی حکم شرعی تھا، گورنر مذکور نے اس کو قبول کر لیا، جب ان دونوں اماموں نے لوگوں کو اسلام کی تبلیغ پوری جد و جہد سے کرنی شروع کی تو قوموں کی قومیں اور قبیلوں کے قبیلے سمرقند اور اس کے اطراف و جوانب میں مسلمان ہونے لگے۔ اسلام کا نہایت زور و شور سے شیوع ہوا یہاں تک کہ خزانہ میں بہت زیادہ کمی واقع ہونے لگی، سمرقند کے حکام نے گورنر مذکور (اشرس) کو اطلاع دی کہ مسلمان بہت زیادہ ہوتے جارہے ہیں، خزانہ کی آمدنی بہت کم ہو گئی، گورنر مذکور نے لکھا: ''لوگوں کا بہت زیادہ مسلمان ہونا اسلامی رغبت کی بنا پر نہیں ہے بلکہ فقط جزیہ کی وجہ سے ہے، اس لئے تم جزیہ فقط ان لوگوں سے معاف کرو جن کی ختنہ ہوئی ہو، نماز پڑھتے ہوں، قرآن میں سے کم سے کم ایک صورت کے حافظ ہوں۔''

پھر اس کے بعد سمرقند کے حکام نے گورنر خراسان اشرس مذکور کو لکھا کہ نومسلموں نے مسجدیں بنالیں ہیں اور وہ بکثرت پائے جارہے ہیں، ہم ان کے ساتھ کیا معاملہ کریں، گورنر مذکور نے حکم دیا کہ جن سے پہلے جزیہ لیا جاتا تھا اب پھر لینے لگو۔ اس بنا پر باوجود مخالفت حکم شریعت نومسلموں سے پھر جزیہ وصول کیا جانے لگا۔ اس لئے بہت زیادہ شور و شغب ہوا۔ سات ہزار نومسلموں نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا اور بغاوت شروع ہو گئی، آخر کار اشرس معزول کیا گیا اور نصر بن سیار اس کی جگہ مقرر ہوا اور جب حکم سابق منسوخ کیا گیا، تب سکون پیدا ہوا۔

مبلغین اسلام کی انفرادی اور کبھی اجتماعی کوششوں کی روز افزوں ترقی سے اسلام سینٹرل ایشیا میں پھیلتا رہا، اسی عرصہ میں شبق قراخاں مع اپنی جماعت کے مسلمان ہوا اور اس نے بلاساغون، قراقورم، قاراب، اسبیجات، طراز وغیرہ میں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی، اس دولت کا نام ''خانیہ'' رکھا گیا اور ان لوگوں کے مبلغین کی کوششوں سے بڑی دور تک ترکستانی قبائل جوق جوق اسلام میں داخل ہوتے گئے، یہاں تک کہ ۳۲۹ء میں غور قبیلہ کا ایک سردار سلجوق دو لاکھ ترکی خاندان لے کر مسلمان

ہوااور ترکستان کے وسط سے ہجرت کرکے بخارا کے علاقے جند میں آکر سکونت گزیں ہوااور پھر آہستہ آہستہ ترقی کرکے اسی خاندان کے معزز افراد نے ایشیائی کوچک میں پہنچ کر دولت سلجوقیہ کی بنیاد ڈالی جو کہ شروع ایام دولت عثمانیہ تک ان اطراف میں حکمراں رہی۔ ۴۲۳ء تک انتہائی ترکستان یعنی آخری حدود تک اسلام پہنچ گیا اور قبیلہ بلغار جو کہ آخری حدود کا رہنے والا تھا، وہ بھی سب کا سب مسلمان ہوگیا۔ ۴۳۵ھ میں قبیلہ تتار میں سے بھی تقریباً یکبارگی دس ہزار خاندان مسلمان ہوگئے۔

وہ اقوام ترکیہ جن کی بہادری کا اب بھی روئے زمین پر ڈنکا ہے اور جن کے برابر زمانہ قدیم میں کوئی قوم بہادر نہیں شمار کی جاتی تھی، محض اسلام کی حقانیت کی وجہ سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی مقدار میں برابر مسلمان ہوتی گئیں، جن کو کوئی تلوار اور کوئی قوت ڈرا نہیں سکتی تھی۔ ۵۰۰ھ کے آخر میں فقط چنگیز خاں کے تاتاری قبائل ترکستان کے آخر میں باقی رہ گئے تھے جن سے ظالمانہ برتاؤ کرنے کی بناپر محمد بن خوارزم شاہ نے عالم اسلامی پر وہ وہ مصائب کے پہاڑ ڈھوائے ہیں جن کی روئے زمین پر نظیر نہیں ہے، تواریخ کے اوراق ان مظالم سے سیاہ ہیں یہی چھوٹی سی تعداد کافر تاتاریوں کے بے انصافی اور تشدد کی بناپر جب بگڑگئی تو مسلمانوں کو نہایت تاریک اور روز سیاہ دیکھنا پڑا، مگر باوجود ہر طرح کی قوت اور ظلم وتعدی کے ہلاکو خاں کے بعد ساتویں صدی ہجری کے اواخر اور آٹھویں کی ابتداء میں اس کی تمام قوم اور تمام اولاد اور فوجیں جو کہ حدود چین سے لے کر شام وعراق تک اور شمالی روس سے لے کر وسط ایران تک قابض تھیں جن کی قوت کا مقابلہ اس زمانہ میں کوئی حکومت نہیں کرسکتی تھی اور جنھوں نے خلافت عباسیہ اور دوسری مسلمان حکومتوں کی کایا پلٹ دی تھی، سب کے سب مسلمان علماء اور مبلغین کی مساعی اور اسلام کی حقانیت کی بناپر مسلمان ہوگئے اور تمام وسط ایشیا پھر صرف مسلمان کا ملک ہوگیا، یہاں کون سی لوہے کی تلوار تھی جس نے ان اقوام کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا تھا؟

جس طرح اسلام وسط ایشیا وغیرہ میں اپنی حقانیت اور علماء وصلحاء کی مساعی کی بناء پر پھیلا اسی طرح ہندوستان میں بھی اسی قسم کی مساعی اور اپنی سچائی کی بناء پر مقبول عام ہوا۔ ۳۹۵ھ میں سید اسماعیل لاہوری بخارا سے تشریف لائے، آپ علوم ظاہری اور باطنی علم فقہ وتفسیر وغیرہ میں امام وقت تھے۔ سب سے پہلے اسلامی واعظین میں سے آپ یہاں آئے ہیں۔ آپ کی مجلس وعظ میں ہزاروں آدمی آتے اور فیضیاب ہوتے تھے، آپ کا بیان اس قدر موثر ہوتا تھا کہ ہر روز سینکڑوں آدمی مشرف بہ اسلام ہوتے تھے، جب یہ پہلے پہل لاہور میں تشریف لائے ہیں اور پہلے جمعہ کو آپ نے منبر پر بیان کیا ہے تو دوسو پچاس آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے، تیسرے جمعہ کو ایک ہزار کفار ومشرکین زمرۂ اہل توحید میں داخل ہوئے، اسی طرح آپ کے ذریعہ سے نہایت کثرت سے لوگ داخل اسلام ہوتے رہے، آپ کی وفات ۴۴۵ھ میں لاہور میں ہوئی۔ (تاریخ الاولیاء: ۱/۳۲۳)

اسی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حاجی ہود چشتی، شیخ علی راوتی وغیرہ قدس اللہ سرہم العزیز اور ان کے خلفاء کے ذریعے سے لاکھوں بلکہ کروڑوں آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے، کتاب ''دعوتِ اسلام'' میں فقط حضرت خواجہ اجمیری قدس اللہ سرہٗ العزیز کے ذریعہ سے نوے لاکھ مسلمان ہونے والوں کی تعداد ذکر کی گئی ہے، میں اگر ان اولیاء اللہ اور علماء

کرام کے کارنامے جن کے ذریعہ سے ہندوستان میں اسلام پھیلا ہے ذکر کروں تو نہایت طویل ہو جائے گا، اس لئے بطور نمونہ مشتے از خروارے آپ کے سامنے یہ مختصر واقعات پیش کر کے عرض کرتا ہوں کہ اسلاف کرام کی اجتماعی اور انفرادی کوششوں اور جدوجہد کی بناء پر اور اسلام کی سچائی اور حقانیت کی وجہ سے نہ صرف ایک دو ہزار یا لاکھ دو لاکھ نہیں بلکہ کروڑوں بندگان خدا نے مذہب جیسی پیاری چیز کو اور وہ بھی ملک ہند میں جو کہ قدیم سے مذہبی ملک ہے، چھوڑ دیا اور اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے، حاشا وکلا کبھی کسی بادشاہ نے نہ تلوار سے کسی کو مسلمان کیا تھا اور نہ اسلام اس کی تعلیم کرتا ہے، ہاں بے شک اسلام کی حقانیت کی تلوار نے لوگوں کی گردنیں حق کے سامنے ضرور جھکا دیں تھیں۔

ایک یہ زمانہ تھا کہ آپ کے بزرگوں نے اسلام کو روئے زمین پر پھیلایا، حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ۴لاکھ مسلمان چھوڑ کر تشریف لے جاتے ہیں مگر اسلاف کرام کی کوششوں سے آج اسلام کے نام لیوا ستر کروڑ سے زیادہ پائے جاتے ہیں، مگر ایک عرصہ سے اب ہوا کا رخ پلٹ گیا ہے، وہ اسلام جو سمندر کی ابلتی موجوں کی طرح روز افزوں ترقی کر رہا تھا اس کی رفتار ایک عرصہ سے اس قدر دھیمی پڑ گئی ہے گویا کہ وہ بحر الکاہل کا ایک حصہ ہے۔ وہ مذہب اسلام جس کے تمام اصول نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے اور روشن عقل اور طبع کے موافق ہیں وہ اس طرح پس ماندہ ہوا جاتا ہے اور وہ مذاہب جن کے اصول وعقائد انتہائی درجے کے لچر اور پوچ ہیں وہ اس طرح تیزی سے بڑھتے جا رہے ہیں۔

قابل غور یہ امر ہے کہ آخر وہ بات کیا ہے جس کی وجہ سے مسلمان الٹے پیر لوٹتے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کی پست خیالی کم ہمتی، غفلت، نیند، جہالت وغیرہ دیکھ کر دوسرے مذاہب کو بھی ہمت ہوئی کہ مسلمانوں پر ہجوم کیا جائے اور ان کی منتشر بکریوں کو شکار کر لیا جائے۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ مسلمان اپنے بھولے ہوئے سبق کو یاد کریں اور پوری جد وجہد کے ساتھ اجتماعی قوت سے میدان تبلیغ واصلاح میں اتر آئیں اور امور ذیل کا پوری طرح اہتمام کریں۔

(۱)...... تعلیم مذہبی اور دنیوی کو نہایت زور سے فروغ دینا۔ (۲)...... ہر ہر گاؤں اور آبادی میں مبلغ پیدا کرنا۔ (۳)...... جملہ اسرافات شادی اور غمی ختنہ عقیقہ وغیرہ کو یک قلم بند کرنا۔ (۴)...... سودی قرضہ سے بالکل انقطاع کر دینا۔ (۵)...... تجارت اور دست کاری کو بڑے پیمانہ پر جاری کرنا اور آپس میں خرید وفروخت کی کوشش کرنا، کسی تجارت اور دستکاری کو ذلیل نہ سمجھنا۔ (۶)...... اخلاقی اور عملی حالت کو درست کرنا اور نمونہ سلف صالحین بن کر اسلام کی عزت قائم کرنا۔ (۷)...... مقدمہ بازی کو حتی الوسع ترک کرنا۔ (۸)...... آپس کے اختلافات اور جھگڑوں کو مٹانا۔

مجھے امید ہے کہ آپ عملی کارروائیوں میں پرزور حصہ لیں گے اور مرض اور مصیبت کو خفیف نہ سمجھیں گے۔ حق تعالیٰ آپ کی اور ہماری مدد فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆